© rasaaljarad.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فکر و نظر

روشن خیال پاکستان؟

فرسودہ خیالات اور دقیانوسی روایات کی دورِ جدید میں قطعی کوئی گنجائش نہیں۔عرصہ دراز میں زمانہ ترقی کی منزلیں طے کرتا ہوا اس مقام پر پہنچ گیا ہے کہ ماضی سے اس کا رشتہ کٹ چکا ہے۔ سائنس، ٹیکنالوجی اور معاشی ترقی کی تیز رفتار دوڑ میں مذہب زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ چادر، چاردیواری، حجاب، اسکارف اور داڑھی ملا کا دین اور پسماندگی کی نشانی ہے۔تلوار اور آتشیں اسلحہ سے جنگ اور جہاد کا دور ختم ہو چکا، اب اس کی بجائے ڈپلومیسی سے کام لیا جاتا ہے۔ بدکاری، ڈکیتی وغیرہ کے خلاف اسلامی حدود کا ازسرنو جائزہ لے کر نئے اجتہاد کے دروازے کھولنا پڑیں گے۔ چوروں کے ہاتھ کاٹ کر قوم کو ٹنڈا نہیں کیا جاسکتا......!!

یہ افکار، یہ پالیسی اور فرمان یورپ یا امریکہ کے ترقی یافتہ ماڈرن ملک کے صدر کے نہیں، بلکہ اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے صدر کے ہیں۔امریکہ میں تو نیوکنزرویٹو (نئی قدامت پرست عیسائی) گورنمنٹ دوبارہ برسراقتدار آئی ہے اور وہاں دین مسیحؑ کی تجدید ہورہی ہے اور کروسیڈ کے نام پر اسلامی ملکوں کے خلاف صلیبی جنگ جاری ہے۔ دوسری طرف روشن خیالی اور ماڈرن ازم کی بگ ٹٹ دوڑ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کی موجودہ حکومت اور اس کے سربراہ یورپ اور امریکہ کو بھی پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ان ملکوں کے اخلاق باختہ کلچر کو ترقی پسندی اور روشن خیالی کا معاشرہ سمجھتے ہیں۔ سپورٹس پاکستان کا دوسرا مذہب بن چکا ہے۔ ہماری نوجوان نسل کو دین کے بنیادی عقائد کا اتنا علم نہیں جتنا کہ وہ ساری دنیا کے کرکٹ کھلاڑیوں کے پورے شجرۂ حسب نسب سے واقف ہیں۔نیکر پوش خواتین کے مقابلے، میراتھن مخلوط ریس کو نئی تہذیب کی نشانی بنا دیا گیا ہے۔ ان سے اختلاف کرنے والے انتہاپسند اور 'ملا' ہیں۔

© rasaliejarald.com

حکمران قوم کو ان سے ڈراتے رہتے ہیں کہ یہ لوگ جدید اسلام کے مخالف اور پاکستان کی سالمیت کے لئے خطرہ ہیں۔

اگرچہ صدرِ پاکستان جنرل مشرف صاحب نے محکمہ اوقاف کے علماءِ کرام اور مشائخین عظام کی مجلس خاص میں یہ اعلانِ عام کیا تھا کہ ان کا تعلق خانۂ سادات سے ہے جو بڑی سعادت کی بات ہے۔مگر ان کی تربیت زیادہ تر سیکولر ماحول میں ہوئی ہے۔اس لئے اُنہوں نے پاکستان کی باگ ڈور سنبھالتے ہی یہ اعلان کیا تھا کہ اتاترک ان کے آئیڈیل ہیں۔ حالانکہ قرآن نے ہر مسلمان کے لئے سید کائنات رسول اکرم ﷺ کو اپنا آئیڈیل اور نمونہ عمل بنا کر اپنی اطاعت اور پیروی کا حکم دیا ہے۔اتاترک جسے وہ اپنا آئیڈیل مانتے ہیں، اس نے تو اسلام کی مسلمہ روایات سے انحراف کر کے ترکوں کو نامانوس غیر اسلامی تہذیب میں ڈھالنے کے لئے جبروتشدد سے کام لیا۔ دین و مذہب سے اپنا رشتہ منقطع کر کے ترکی کو سیکولر اور لادینی ریاست بنا دیا اور اس حد تک چلا گیا کہ داڑھی اس کے لئے وجہ تشویش بن گئی۔

باریش مسلمانوں کی اس نے بالجبر داڑھیاں منڈوا دیں اور برقعہ پوش خواتین کو زبردستی بے حجاب کر کے ان کے سروں پر اُسترے پھروا دیے۔یہ تو سب کو معلوم ہے کہ اس نے اسلامی عبادات ، اذان ونماز کے لئے عربی کی بجائے ترکی زبان کو لازمی قرار دیا تھا لیکن شاید بہت کم لوگوں کو معلوم ہو کہ اس نے نماز کو بھی موسیقی کی دھن پر ادا کرنے کا حکم دیا تھا جو بوجوہ کامیاب نہ ہوسکا۔ اصل میں اتاترک کو یہودی اور مغربی استعماری طاقتوں نے ترکی پر اس لئے مسلط کر دیا تھا کہ وہاں سے اسلام کو خارج کر دیا جائے اور وہ اس سازش میں کامیاب بھی ہوگئے۔ یہ بات ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے بلکہ اس حقیقت کو ہمارے موجودہ زمانے کی روشن خیال، سیکولر، خداناشناس(Atheist) ریسرچ سکالر، ممتاز مؤرخ اور آکسفورڈ یونیورسٹی کے شعبۂ تحقیق کی پروفیسر کرین آرمزسٹرانگ نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف 'خدا کے لئے جنگ' (The Battle for God) میں بے نقاب کیا ہے۔

اسلام کے آفاقی نظام سے کنارہ کش ہو کر اتاترک نے یورپ کے کلچر اور لائف سٹائل کو

ترکی پر مسلط کردیا۔ اس کے باوجود یورپ کی یہود نواز، بظاہر سیکولر مگر فی الحقیقت عیسائی امپیریلیٹ (شہنشاہیت) حکومتوں نے ترکی کو اپنے سے دور اور پرے رکھا اور اس کی فوجی آمریت امریکہ اور یورپ کی دست نگر اور ان کی امداد کے سہارے چلتی رہی۔

پہلی جنگ ِعظیم کے بعد سے اب تک کے طویل عرصہ میں ترکی نے سائنس، ٹیکنالوجی یا معاشی میدان میں کوئی ترقی نہیں کی اور نہ ہی سیاسی اور معاشی استحکام اسے نصیب ہوا۔ البتہ ماضی قریب میں جب وہاں نشاۃِ ثانیہ کا آغاز ہوا تو ان کا یہ اسلام گریز رویہ تبدیل ہونے لگا۔ اب یورپ کی ہمسایہ حکومت، یعنی ماڈرن ترکی کے موجودہ وزیراعظم رجب طیب اردوغان کی اہلیہ اور ان کی بچیاں اسکارف اوڑھتی ہیں جو ہمارے جنرل مشرف کی نظر میں دقیانوسی اور پس ماندگی کی علامت ہے۔ وہاں کی جمہوری اسلام پسند پارٹی کی گورنمنٹ نے اسلامی شعائر اور کاروبارِ حکومت میں بے جا فوجی مداخلت کو بڑی حد تک روک دیا ہے۔ دیگر عوامل کے من جملہ اس وجہ سے بھی ترکی نے معاشی خود انحصاری کی طرف پیش رفت کی ہے۔

عجیب تماشا ہے کہ ایک طرف ترکی تلخ تجربوں کے بعد اتاترک کی سیکولر اور یورپ کی اندھی تقلید کے حدود و قیود سے باہر نکلنے کی کوشش کررہا ہے مگر دوسری طرف جناب جنرل مشرف اتاترک کی دم توڑتی ہوئی گمراہ کن پالیسی کو ملک عزیز میں بروئے کار لانا چاہتے ہیں اور اس کے مطابق عمل درآمد بھی ہورہا ہے۔ پاکستان کے مسلمان عوام نے جب مولوی اور ملاّ کے ہم نوا ہوکر جنرل پرویز مشرف کی اتاترک اور آئیڈیالوجی کی مخالفت شروع کردی تو اُنہوں نے حسب ِعادت یوٹرن لیا اور اعلان کیا کہ وہ علامہ اقبال اور قائداعظم کی روشن خیالی اور ترقی پسندی کو اپنا رہنما اُصول سمجھتے ہیں۔ مگر ان کے عملی اقدام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اتاترک کی ڈگر پر چل رہے ہیں۔ جنرل موصوف کو نہ تو اقبال کے افکار وخیالات اور پیغام سے پوری طرح آگہی ہے اور نہ قائداعظم کی پاکستان کے حصول کے لئے جان لیوا جدوجہد اور ان کے نظامِ مقاصد کا بخوبی علم ہے۔

یہاں ہم روشن خیال اقبال سے رجوع کریں گے۔ اقبالؒ نے یورپ میں رہ کر اس کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تہذیب وتمدن کو نہایت قریب سے دیکھا تھا۔ اس کے فکر و فلسفہ، اس کی نفسیات کا بہت گہرا مطالعہ کیا تھا۔ چنانچہ اتاترک نے جب اسلام گریز لادینی رجحانات اور اقدامات کا آغاز کرتے ہوئے ترکی زبان کے عربی ماخذ کو ختم کر کے عربی رسم الخط کو لاطینی میں تبدیل کر دیا تو اقبال نے اس کو بروقت یہ کہہ کر ٹوک دیا تھا :

لادینی و لاطینی کس پیچ میں اُلجھا تو

دارو ہے ضعیفوں کا لا غالب إلا ھو

اقبال کی یہ کیسی روشن خیالی ہے جو اتاترک جیسے ترقی پسند شخص کو رجعت پسندی کی طرف بلا رہی ہے۔ اسلامی دنیا کے مسلمان ملک ترکی اور ایران کے حکمران مصطفیٰ کمال اور رضا شاہ پہلوی کی مغربیت سے بیزار ہو کر وہ مستقبل میں روحانی اور انسانی پیکر کی آمد کے منتظر تھے

نہ مصطفیٰ میں، نہ رضا شاہ میں نمود اس کی

کہ روحِ شرق بدن کی تلاش میں ہے ابھی!

ترکی اور ایران کا موجودہ انقلاب ان کی دینی بصیرت پر ان کی زندگی ہی میں آشکار ہو گیا تھا، جس کا اظہار انہوں نے اپنی فارسی نظم 'اے جوانانِ عجم! اے نوجوانانِ عجم' میں کیا ہے۔

اقبال اور ملا ازم

اقبال اور ملا کے بارے میں یہ غلط تصور قائم کر لیا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے حریف ہیں، لیکن فی الحقیقت اقبال ملا کو مذہب و ملت کا نگہبان سمجھتے ہیں، جس کی دینی غیرت اور حمیت کی بدولت افغانستان میں اسلامیوں کا جذبہ حریت زندہ ہے، جس سے یورپ اور امریکہ بھی لرزہ براندام ہیں۔ اسی جذبہ کو ختم کرنے کے لئے ابلیس اپنے فرزندانِ سیاست سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے :

افغانیوں کی غیرتِ دین کا ہے یہ علاج

ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو

اقبال کی نظر میں 'ملا' کا لفظ قابل تعریف ہے اور یہ کسی خاص طبقہ کے فرد کا نام نہیں البتہ

© rasaljaraid.com

ایک پس منظر میں اس اصطلاح کو وہ برے مفہوم میں بھی لاتے ہیں اور وہ ایسا شخص جس میں دینی حمیت اور غیرت نہیں اور جو ظالم کے خلاف جنگ کی بجائے اپنوں سے جنگ و جدل کرتا ہو اور فکر و نظر میں فساد کا باعث ہو، ان کے نزدیک ایسا 'ملا' ہے جس کے وہ مخالف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایسا شخص جو بول چال میں انگریزوں کی نقل کرتا ہو، اقبالؒ اسے بھی خطرناک ملا قرار دیتے ہیں۔ اقبال کا عقیدہ ہے کہ جہاد دین کی اساس ہے، چنانچہ مردِ مجاہد کے خلاف یورپ کی منصوبہ بندی کا راز اس طرح فاش کرتے ہیں کہ وہ اسے ترک جہاد کی تعلیم دیتا ہے۔

آزادیٔ افکار کی روشن خیالی کو اقبال ابلیس کی ایجاد کہتے ہیں

گو فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادیٔ افکار ہے ابلیس کی ایجاد

جو لوگ خود کو نہیں بدلتے بلکہ اپنی خواہشوں کے مطابق قرآن کو بدلنا چاہتے ہیں، انہیں وہ عقل کے مادر زاد اندھے سمجھتے ہیں، جن کے نصیب میں قرآن کا نورِ بصیرت نہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں اُنہیں اندیشہ تھا کہ وہ ماڈرن ازم، تجدید اور جدیدیت کے بہانے یورپ کی اندھی تقلید کریں گے

لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آوازۂ تجدید
مشرق میں ہے تقلید فرنگی کا بہانہ

زمانۂ حاضر میں دماغ تو روشن ہے لیکن دل سیاہ اور تاریک اور نگاہ بے ادب ہے

یہی زمانۂ حاضر کی کائنات ہے کیا
دماغ روشن دل تیرہ و نگہ بے باک

اسلام کو جدید و قدیم میں تقسیم کرنا کم عقلی کا نتیجہ ہے۔ اسلام تو ایسا دین ہے جس نے قدیم و جدید سب کا احاطہ کیا ہوا ہے۔

اقبال کی شاعری کا محور و مرکز محمد ﷺ کی ذاتِ گرامی اور ان کا لایا ہوا دین 'اسلام' ہے، اس لئے ان کا ایمان ہے: آبروئے ما ز نام مصطفیٰؐ است   اس نام و ناموس کی حرمت پر وہ

تمام متاعِ حیات و کائنات کو قربان کرنا زندگی کا مقصود سمجھتے ہیں۔

موجودہ حالات میں یہ صاف نظر آ رہا ہے کہ ہماری حکومت اور صدرِ مملکت پاکستان میں اتاترک کی کرم خوردہ پرانی افرنگی سیاست کو اسلامیانِ پاکستان میں قابل قبول بنانے کے لئے اقبال کے نام پر روشن خیالی، تجدد اور اعتدال پسندی جیسی اصطلاحات استعمال کر رہے ہیں جبکہ ایسی سیاست کو اقبال نے ملت کے لئے زہر ہلاہل قرار دیا ہے۔ اقبال گستاخانِ رسولؐ کے قتل کو قومی زندگی میں غیرت کی علامت سمجھتے ہیں جس کا اظہار انہوں نے 'لاہور اور کراچی' کے عنوان سے 'ضربِ کلیم' میں شہیدانِ رسالت غازی علم الدین اور غازی عبدالقیوم کے لئے کیا ہے۔ اقبال شناس تو اچھی طرح جانتے ہیں کہ توہین رسالتؐ کے قانون کو غیر موٴثر بنانے کی کوئی کوشش بھی ان کے لئے جاں کاہ صدمہ کا باعث ہوتی۔

اقبال کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا سانحہ ہوسکتا ہے کہ قرآن کے نظامِ جزا و سزا سے ہی انکار کردیا جائے اور پھر فکر اقبال کو اپنا رہنما باور کرانے کی کوشش بھی کی جائے۔ اقبال تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں: ''اے خدا میری زبان و قلم کا ایک ایک لفظ آقاے کائنات کے لائے ہوئے قرآن کا ترجمان ہے۔'' جس کا انہیں اتنا یقین ہے جتنا کہ خود اپنے وجود کا۔ اس یقین کی قوت سے وہ یوں گویا ہیں: ''اگر قرآن کے سوا میں نے کوئی بات کی ہو تو میرے ناموسِ فکر کے پردے کو چاک کردے۔ میری رگِ جاں سے ہر تارِ نفس کو چھین لے۔''

اگر ہمارے حکمران اقبالؒ کو اپنا آئیڈیل سمجھتے ہیں تو انہیں یہ دوعملی اور مداہنت کو ختم کرنا ہوگا۔ اقبال کے پیش نظر بھی قرآن وسنت کی اتباع کرنا تھا اور ہمیں بھی صرف انہی افکار کی پیروی کرنا ہے جو قرآن وسنت کی طرف ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ مگر ایک صاحب جو قرآن وسنت کے محکمات کو بھی بخوبی نہ جانتے ہوں، جنہیں علامہ اقبال اور قائداعظم کے تعلق یا قرآن اور احکامِ نبوت سے ان کی وابستگی کا بھی پوری طرح علم نہ ہو، وہ ان رہنماؤں کے فکر وعمل کی روشنی میں پاکستان کو لے کر آگے بڑھنے کا دعویٰ کریں تو اس سے بڑھ کر اور کیا آثارِ قیامت ہوسکتے ہیں۔ العجب ثم للعجب!

محمد اسماعیل قریشی (سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

© rasailojaraid.com